باری علیگ مشاہیر ومعاصرین کی نظر میں

ڈاکٹر شبیر راہی*

Abstract

Bari Aleig was a great intellectual, a renowned journalist and a moving spirit behind the great progressive writer's movement in Urdu literature. These were the views of scholars, intelectuals, journalists, friends and relatives of Bari Aleg's. They said that Bari was not a typical socialist he was a merciful, selfmade, Muslim journalist, writer and scholar. He was a prominent devoted, professional journalist of Urdu journalism who introduced the credibility of Urdu journalism in Sub-Contient. He served in the field of journalism as a Sub-Editor, News-Editor, Columnist and a Chief-Editor in well known News papers of Lahore, Amritsar and Burma. In the last he worked as press information officer in British Consulate Lahore. Where his worked as press information officer in British Consulate Lahore. Where his worked was praised by everybody. It has been attempted to show in this paper that on account of his personal circumstances what were the views about him through interviews, observe through clipping News papers, Magazines, etc. Published.

باری علیگ جس پائے کے ادیب تھے۔ برصغیر پاک وہند میں شاید ہی اتنا بڑا ادیب پیدا ہوا ہو۔ وہ ہمہ گیر اور جامع کمال شخصیت کے ساتھ ادیبوں میں ادیب، مورخوں میں مورخ، صحافیوں میں صحافی اور نقادوں میں نقاد تھے۔ باری علیگ کی شخصیت کے اسرار واموز سے آگاہی حاصل کرنے اوران کی ادبی وفنی عظمت اور قدوقامت کا اندازہ لگانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی صحبت سے مستفید ہونے والے معاصرین کی آراء کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اخبارات وجرائد میں ان کے بارے میں شائع ہونے والی تحریروں کا جائزہ لیا جائے۔ تاکہ ان کی شخصیت کے مخفی پہلو اجاگر ہوسکیں۔ یہ آراء مختلف شخصیات کے مضامین اورانٹرویو کے ذریعے حاصل کی گئی ہیں۔

مولانا عبدالمجید سالک

ایک دن وقار انبالوی اپنے ساتھ ایک صاحب کو لے کر دفتر ''انقلاب'' میں مجھ سے ملنے آئے۔ ان صاحب کو میں نہ جانتا تھا۔ کہنے لگے۔ آپ کے پاس انہیں اس لئے لایا ہوں کہ ان کی امداد کیجئے اور دوستوں سے بھی کہیے کہ حسب استطاعت کچھ ایثار کریں۔ وقار صاحب نے کہا کہ یہ اشتراکی ادیب باری ہیں۔ جنہوں نے ''کمپنی کی

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ ابلاغیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

حکومت'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اب باری صاحب کھلے اور کہنے لگے۔ برما کے بعض لوگ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ لاہور چلیں، آپ کی دردمندی سے مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اگر وہ لوگ آ جائیں تو بھوکوں نہیں مریں گے۔ یہ قصہ تھا میرے اور غلام باری کے تعارف کا اس کے بعد میرے اور ان کے تعلقات ہمیشہ برادرانہ رہے یہاں تک کہ 1949ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔(۱)

مولانا غلام رسول مہؔر

باری علیگ تاریخ پر ویسی ہی کتابیں لکھنا چاہتے تھے جیسی ان سے بیشتر لکھی جا چکی تھیں۔ باری علیگ نے تاریخ کے مطالعہ سے جو سبق حاصل کئے تھے۔انہیں مختلف شکلوں اور پیرایوں میں پیش کرنا چاہتے تھے۔تا کہ وہ تمام اصحاب کو صحیح منزل کی طرف حرکت میں لانے کا ذریعہ بن جائے۔مرحوم کی تصانیف میں سے ''کمپنی کی حکومت'' کو خاص اہمیت حاصل ہے یہ کتاب گونا گوں ہتھکنڈوں کا ایک عبرت انگیز مرقع تھی۔مرحوم باری علیگ نے زندگی میں اور بھی کتابیں شائع کیں۔ان کی اچانک وفات کے باعث ہم ایک پر جوش مخلص حقیقت شناس اور پختہ صاحب کار، صاحبِ عقل کے افادات سے محروم ہوگئے۔(۲)

حمید نظامی

باری علیگ انتہائی سادہ دل غریب مزاج خدمت گزار ایثار پیشہ فرض شناس، متوکل اور صابر تھے۔ اردو صحافت کو نیا رنگ دیا وہ سچائی کے علمبردار تھے۔ انہوں نے انتہائی بے باکی اور جرات کے ساتھ فرنگی سامراج کو للکارا۔ وہ کئی زبانیں جانتے تھے ان کی شخصیت بہت سی صفات کا مجموعہ تھی۔ وہ بیک وقت صحافی، مورخ اور نقاد تھے۔ گو انہیں کیمونسٹ کہا جاتا تھا۔ مگر وہ کیمونسٹ نہیں تھے۔ انہیں حضورﷺ سے بہت محبت تھی۔ جس کا ثبوت ان کی تصنیف ''محمد عربیﷺ'' ہے جو سرکار دو عالمﷺ سے ان کی بے پناہ محبت کو ظاہر کرتی ہے وہ انتہائی دور اندیش معاملہ فہم نقطہ رس اور بزلہ سنج تھے وہ بہت سی صلاحتیوں کا بے مثال امتزاج تھے اور اسلامی تہذیب کو ہی تمام مسائل کا حل سمجھتے تھے۔(۳)

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید

باری ان انقلاب پسند نوجوانوں میں شامل تھا جن کے نزدیک انسان کو انسان کی لوٹ اور استحصال سے بچانے کے لئے اشتراک واحد ذریعہ تھا۔ وہ ایک سرگرم سیاسی کارکن نہیں تھا۔ باری کی زندگی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ

اسے دھرتی سے پیار تھا۔ جس نے اسے جنم دیا وہ چاہتا تھا کہ پنجاب کی ایک تاریخ لکھے۔ دیس پنجاب کے مختلف پہلو اجاگر کئے جائیں۔ پنجابی زبان کو فروغ دیا جائے۔ باری کو دل کا عارضہ تھا۔ ۲۳ ربرس قبل انہی دنوں میں رات کے وقت انہیں دل کا ایسا دورہ پڑا کہ سترہ، اٹھارہ گھنٹے کے اندر اندر وہ چل بسے اور اپنی یادیں ہمارے دلوں میں چھوڑ گئے۔ (۴)

سید احمد سعید کرمانی

باری علیگ بلند پایہ ادیب اور عظیم انسان تھے ان کے خیالات پر شکوہ تھے اور وہ ادیبوں میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے بے خوفی کے ساتھ بے تکان لکھتے تھے۔ انہوں نے حب الوطنی کے جذبے کو تقویت دی۔ تاریخ کی معاشی تاویلیں پیش کیں اور کمپنی کی حکومت کے نام سے اپنی کتاب میں اہل ہند پر انگریزوں کے مظالم کی تفصیل بے خوف سے پیش کی۔ باری علیگ ان چند ادیبوں میں سے تھے۔ جنہوں نے ادب کو اپنی ذات کی بہبود کی بجائے ملک وملت کی خدمت کے لئے استعمال کیا۔ باری نے غیر ملکی مصنفین کی لکھی ہوئی بھیانک غلطیوں اور کوتاہیوں کی بھی نشاندہی کی۔ (۵)

آغا اشرف

''انقلاب فرانس'' اور ''کمپنی کی حکومت'' دو کتابیں لکھنے سے باری علیگ نوجوان طبقے میں خاصے مقبول ہو گئے تھے۔ بسیار خور تھے اور چائے سگریٹ کے بڑے رسیا تھے۔ چائے نوشی اور سگریٹ نوشی میں حد سے تجاوز کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ تبخیر معدہ کے مرض میں مبتلا ہو گئے اور یہی مرض ان کی موت کا بہانہ بنا۔ ڈاکٹروں سے مایوس ہو کر میرے مشورے پر وٹامن تھراپی سے رجوع کیا حیاتین سے علاج کیا مگر ان کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ کچھ بھی کارگر نہ ہوا۔ (۶)

خلیق قریشی

باری علیگ ادب کی خدمت، آزادی کی تڑپ اور نوع انسانی سے محبت۔ قدرت نے انہیں ان صفات سے نوازا تھا۔ مرحوم نے اپنی تمام زندگی انہی بلند مقاصد کی تکمیل میں صرف کر دی۔ ان کی وفات سے ممکن ہے، ادب تاریخ اور نوع انسانی کے خادموں کی صف میں بھی خلا پیدا ہوا۔ لیکن حقیقی کمی خود ان کے کہنے میں ہوئی۔ جس کے مرحوم واحد سرپرست تھے۔ (۷)

گوپال متل

عرب ہوٹل کے حاضر باشوں میں ایک انتہائی دلچسپ شخصیت باری علیگ کی تھی۔ جوخود کواشترا کی ادیب لکھتے تھے۔اصل نام غالبًا عبدالباری تھا۔اشترا کی بنتیوعبدیت پر سے ان کا ایمان اٹھ گیا اورصرف باری رہ گئے۔ ''کمپنی کی حکومت'' کے نام سے کتاب لکھی جو غالبًا کئی بارچھپی۔ کچھ کتابچے بھی لکھے اور مختلف اخباروں میں بھی کام کرتے رہے بڑے ہی آزاد خیال اور قلندرصفت آدمی تھے۔ پنجابی نیشنلزم کے وہ زبردست داعی تھے۔اردو کے ادیب ہونے کے باوجوداردوزبان کوخارج البلاد کردینا چاہتے تھے۔ترنگ میں ہوتے تو کہتے جب کوئی پنجابی بولتا ہےتوایسا لگتا ہے جیسے وہ جھوٹ بول رہا ہو۔(۸)

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی

باری علیگ سے میری پہلی ملاقات اختر شیرانی کے گھر ہوئی۔وہ ہرشخص کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ تلاش کرنے پران کا ایک بھی دشمن نہیں مل سکتا۔بعض لوگوں نے انہیں نقصان بھی پہنچایا لیکن انہوں نے صدق دل سے انہیں معاف کردیا وہ فطری اورطبعی طور پرکسی سے دشمنی رکھنے پرقادرنہیں تھے۔ان کی زبان غیبت اوردل نفرت وعداوت سے کبھی آلودہ نہ ہوتا تھا۔(۹)

عاطر ہاشمی

باری جہاں کلمہ حق کہنے سے گریزاں نہیں تھے وہیں غریبوں اورمساکین کی حتی المقدوراعانت سے دوررہنے کو کفر سمجھتے تھے۔ باری نے جس کسی کی بھی امداد کی تو بہت ہی ڈھکے چھپے، تاکہ اس شخص کواس بات کا احساس ہی نہ ہونے پائے کہ اس کی مدد کون اور کیونکر کررہا ہے۔ باری مرحوم کی حالت ہمیشہ تپلی رہی اوراس تپلی حالت میں بھی کسی کودوچارروپے تھمادینا باری کی طبع اچھائی کا نمونہ تصور کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ باری صاحب انتہائی محتاط طریقے سے زندگی بسر کرتے تھے۔(۱۰)

سعادت حسن منٹو

باری صاحب بہت معمولی باتوں پرخوش ہوجایا کرتے تھے۔ان کی خوشی بالکل بچوں کی سی تھی۔ بہت مخلص آدمی تھے۔اتنے مخلص کہ انہوں نے اپنی آنے والی موت سے بھی کوئی جھگڑا نہ کیا۔ان کی طبیعت صلح کن تھی۔ وہ باتوں کے بادشاہ تھےکوچہ وکیلاں کے دارلاحمر میں جب وہ گاؤ تکئے کا سہارا لے کر بیٹھتے تو دلچسپ باتوں کے دریا بہنا

شروع ہو جاتے تھے۔(۱۱)

ممتاز مفتی

باری مالی مشکلات کا شکار تھا مگر تھا بڑا خوددار۔ چوہدری برکت نے کئی بار اسے کہا تھا۔ باری تو بہت نکما ہے۔ کچھ لکھ، پیسے کما۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا ہے۔ خالی دانشورانہ باتیں کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔لیکن باری جملہ ادیبوں کی طرح خالی دانشورنہ باتیں کر کے گذر اوقات کرر ہا تھا۔ دو ایک دن کے بعد چوہدری نے مجھ سے کہا۔ دیکھ باری کچھ نہیں لکھے گا۔تو اسے کہہ کہ اپنی تصنیف ''کمپنی کی حکومت'' پرنظر ثانی کر دے۔ بڑی مشکل سے باری نظر ثانی کرنے پر رضا مند ہو گیا۔ جب کتاب کی ریویژن مکمل ہوگئی تو نوسوروپے کا چیک کاٹ کر دیا تو وہ ہکا بکا رہ گیا۔یقین نہ آتا تھا کہ نوسوروپے کا ہے۔نوسوروپے اس زمانہ میں بہت بڑی رقم تھی۔انہیں باقاعدہ تنخواہ نہیں دی جاتی تھی کبھی پچاس دے دیئے جاتے تھے۔کبھی پچیس اور کبھی کہہ دیا جاتا کہ باقی پھر سہی اس باقی پھر سہی سے ادیب بہت تنگ تھے۔(۱۲)

وحید عثمانی

باری مرحوم نے انگریزوں کو برصغیر سے نکلتے ہوئے دیکھا مگر آزادی کے بعد وطن عزیز کے بارے میں ان کے جو تصورات تھے اس کی عملی تعبیر دیکھنا انہیں جیتے جی نصیب نہ ہوا۔تاہم اس عظیم محبّ وطن قلمکار صحافی نے اپنے قلم کی عصمت کو برقرار رکھا اور آنے والی نسلوں کے لئے''اسلامی تہذیب وتمدن''،''تاریخ کا مطالعہ''،''محمد عربی ﷺ''، ''انقلاب فرانس''،''مشین اور مزدور''،''سوشلزم''،''کمیونزم''،''کارل مارکس'' اور''معاشیات کا مطالعہ'' جیسی گراں قدر تصنیفات اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ باری مرحوم کا یہ تخلیقی ورثہ ہماری اور ہمارے بعد جوان ہونے والی کئی نسلوں کے لئے اچھی زندگی گزارنے کے ڈھنگ اختیار کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔(۱۳)

ابوسعید قریشی

باری تاریخ اور معاشیات کے طالب علم تھے۔انہیں افسانوی ادیب سے کچھ ایسا شغف نہ تھا۔مگر ایسا بھی نہیں کہ وہ اپنے مریدوں کو اچھے برے کی پہچان نہ بتا سکتے۔ باری صاحب بڑے بڑے منصوبے بناتے اور انہیں چائے کی پیالی میں گھول کر پی جاتے۔ان کی انفرادیت اجتماعیت سے سمجھوتہ نہ کرسکتی تھی۔ ہمارے پیرومرشد باری صاحب علی گڑھ کے تربیت یافتہ تھے انہوں نے وہاں سے کوئی ڈگری تو حاصل نہیں کی تھی۔لیکن اس تعلق پر انہیں ناز

تھا۔ وہ اپنے نام کے ساتھ علیگ اس اہتمام سے لکھتے تھے۔ جس طرح سرکار انگریز کے خطاب یافتہ اپنے نام سے پہلے رائے بہادر کا خان بہادر کی پخ لگاتے تھے۔ (۱۴)

مظفر احسانی

باری علیگ نے ادب کی جو نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں انہیں آئندہ نسلیں بھی یاد کرتی رہیں گی۔ ان کے اہل وعیال کی سرپرستی نہایت ضروری ہے۔ اس سے قبل حکومت متعدد ادیبوں اور شاعروں کے ورثاء کی امداد کر کے نہایت اچھی مثالیں قائم کر چکی ہے۔ باری مرحوم کے اہل خانہ بھی اس قسم کی سرپرستی کے مستحق ہیں۔ (۱۵)

ریاست علی آزاد

باری علیگ کی ادبی خدمات کو اردو ادب کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ ان کے بچوں کی سرپرستی موجودہ حالات میں نہایت ضروری ہے۔ (۱۶)

ناسخ سیفی

باری علیگ نے ادب کی جو خدمات سرانجام دی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ ان کے بال بچوں کی معاونت اور سرپرستی کی جائے۔ (۱۷)

ڈاکٹر سلیم واحد سلیم

باری سے آخری ملاقات یکم دسمبر 1949ء کو ہوئی۔ انہیں کچھ خط پوسٹ کرنا تھے۔ ہم ایک ساتھ جنرل پوسٹ آفس گئے واپس ہونے پر میں نے رخصت چاہی لیکن مجھے ساتھ لئے کافی ہاؤس کا رخ کیا۔ میرے لئے چائے منگوائی اور اپنے لئے کافی منگوا کر پینے لگے۔ میں نے کہا باری صاحب چائے یا کافی نہ پیا کیجئے دل پر مضر اثر ڈالتی ہے۔ اتنے میں سگریٹ سلگا کر کہنے لگے ہماری زندگی میں سامان تفریح ہی کیا ہے۔ اگر ایک پیالی چائے اور ایک سگریٹ سے بھی محروم ہو جائیں تو پھر سمجھ لیں کہ زندہ درگور ہو گئے۔ اس وقت میرے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ باری اب چند دن کے مہمان ہیں میں نے انہیں اجلاس میں آنے کی دعوت دی لیکن باری نہ آئے۔ پھر پتہ چلا کہ وہ میو ہسپتال میں ہیں پھر اچانک خبر آئی کہ باری صاحب انتقال کر گئے ہیں۔ باری مرحوم کی علمی وفکری حیثیت کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ان کی بلند پایہ تصانیف ان کی علمی عظمت کے انمٹ نقوش ہیں۔ وہ مفکر ہوتے ہوئے بھی بڑے پیارے انسان تھے۔ (۱۸)

ملک نصر اللہ خان عزیز

عبدالباری جو بعد میں صرف باری اور علی گڑھ ایم-اے-او کالج میں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے باری علیگ کے نام سے صحافت اور علم وادب کے حلقوں میں معروف ہوئے۔ میں ان کو صرف ایک صحافی کی حیثیت سے جانتا تھا وہ لاہور میں تھے اور میں بجنور میں اخبار مدینہ کا ایڈیٹر تھا۔ میں ان کے بارے میں صرف اتنا جانتا تھا کہ وہ ایک آزاد خیال اور حریت پسند اخبار نویس ہیں۔ وطن کی تحریک آزادی سے ان کو محبت ہے اور اپنے قلم کے ذریعے اس کی حمایت کرتے ہیں۔ میں بھی اسی راہ کا مسافر تھا اس لئے اپنے اس نوجوان اخبار نویس کو جوانہی محفلوں میں منظر عام پر آیا تھا۔ ایک ہمراہی کے طور پر قدر و محبت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ان کے بارے میں یہ شہرت ہونے لگی کہ وہ اشتراکی مسلک سے متاثر ہیں۔ یعنی کیمونسٹ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد ان کے بارے میں میری دلچسپی کم ہونی چاہیے تھی لیکن جب ان کی ایک دوسری کتاب ''محمد عربی ﷺ'' زیور طبع سے آراستہ ہو کر بازار میں آئی تو مجھے اندازہ ہوا کہ باری علیگ ان نوجوانوں میں سے ہیں جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اسلام اور اشتراکیت میں صرف معاشی پروگرام کا فرق ہے۔ یعنی وہ اس فارمولے کے قائل تھے کہ اگر اشتراکیت میں خدا کو شامل کر دیا جائے تو وہ اسلام ہو جاتی ہے۔ آدمی کو رائے قائم کرنے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ وہ اخلاص پر مبنی ہو اور اس کا اپنا عمل اس رائے کے مطابق ہو۔ ایسے آدمی کو اختلاف رائے کے باوجود گوارہ کیا جا سکتا ہے اب مجھے یہ دیکھنا تھا کہ باری کی زندگی اس لحاظ سے کس نوعیت کی ہے اس کا موقع مجھے اس وقت ملا۔ جب میں بجنور سے لاہور آ گیا اور اس شہر کے اخباروں میں کام کرنے والوں سے بالمشافہ ملاقات کرنے کا اتفاق ہونے لگا۔ باری علیگ سے بھی اس زمانے میں ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں ایک سیدھا سادہ اور سلیم المزاج نوجوان پایا۔ اس وقت بھی وہ تصنیف و تالیف اور صحافت میں ایک بلند مقام پر فائز تھے۔ جب میں نے روزنامہ ''پاسبان'' لاہور سے جاری کیا تو اس کی ادارت میں بھی باری بحیثیت نیوز ایڈیٹر شامل ہوئے۔ باری علیگ نے ایک روز مجھ سے بڑی سنجیدگی کے ساتھ دریافت کیا کہ ملک صاحب آپ کے نزدیک اشتراکی مسلمان کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہا یہ کہ مثلاً اگر اس سے کہیں آؤ بھئی نماز پڑھیں تو وہ یہ کہہ کہ فارغ ہو جائے کہ میں تو اشتراکی ہوں مگر خود کو مسلمان بھی کہتا اور کہلاتا ہے۔ باری یہ سن کر خاموش ہو گئے اس سے زیادہ ان سے تبادلہ خیال کا کبھی موقع نہیں ملا پھر وہ برما چلے گئے وہاں سے واپس آئے تو ہفت روزہ ''پنچائیت'' کے ایڈیٹر ہو گئے میری اور ان کی فکری و عملی راہیں بالکل مختلف ہو گئیں یہاں تک کہ ایک روز میں نے یہ حسرت ناک اطلاع سنی کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا علیہ راجعون۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ (۱۹)

عبداللہ بٹ

تاریخ میں ایسے کئی واقعات دکھائی دیتے ہیں جب کوئی شخص گوشہ گمنامی سے اٹھا اور اپنی فکری صلاحیتوں کے باعث ترقی کے انتہائی معراج طے کرتا ہوا دوسروں کے لئے کوشش وسعی کی قابل تقلید مثال قائم کر گیا۔ تاریخ کے اوراق ایسے اہل قلم اور مفکروں کے تذکرے سے خالی نہیں جنہوں نے اپنی ذہنی وفکری صلاحیتوں کو اجتماعی بہبود کے لئے وقف کر دیا اور اپنی ذات سے بے نیاز ہو کر معاشرہ کی فکری تعمیر میں زندگی بسر کر دی۔ اس صدی کے دوران میں برصغیر کے جن ادیبوں اور مفکروں نے انقلابی ذہن کی تشکیل وتعمیر میں نمایاں حصہ لیا ان میں باری مرحوم کا نام سرفہرست ہے باری اردو زبان کا پہلا مصنف ہے جس نے برصغیر کے لوگوں کو انقلاب کا سائنٹیفک پیغام دیا اور اپنے قلم کو عوام کی امانت سمجھ کر صرف انہی کے حقوق کی ترجمانی میں استعمال کیا اس کے قلم سے انگارے برستے تھے اور اس کی تحریر سینے میں آگ لگا دیتی تھی۔ وہ ایک صاحب طرز ادیب تھا۔ جس کی پرشکوہ تحریر اور مرصع عبارت پڑھنے والوں کے ذہن پر انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہے اگر باری چاہتے تو جنگی معرکوں اور داستانوں کو فرضی کرداروں سے مزین کر کے عوام کی جیبوں سے لاکھوں روپے بٹور لیتے۔ اگر وہ اپنی ذہنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا بھاؤ چکانا چاہتے تو ان کی دو چار نسلیں فکر معاش سے آزاد ہو جاتیں لیکن اس نے اپنی جوانی اور اپنے قلم کو ایک قابل قدر محبّ وطن کی طرح انقلابی ذہن کی تعمیر میں صرف کیا یہ ایک ایسا کارنامہ تھا جس کے لئے چیتے کے جگر اور شاہین کے حوصلے کی ضرورت تھی۔

جب مستقبل کا مورخ برصغیر پاک وہند کی تاریخ مرتب کرے گا تو وہ باری مرحوم کے اس کارنامے کو سنہری حروف میں قلم بند کرے گا۔ باری مرحوم نے 'انقلاب فرانس' کی داستان کو اردو کا جامہ پہنا کر انقلاب کی عظمت کو اجاگر کیا۔ جب وہ لوگوں کو انقلاب کی حقیقت سے روشناس کرا چکا تو اس نے انگریزی سامراج کے چہرے سے پردہ اٹھایا اور ''کمپنی کی حکومت'' کے اصلی خدوخال اس بہادری، جرات اور حقیقت پسندی سے نمایاں کئے کہ ہندوستان کے ادبی حلقوں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی اور عوام میں غلامی کی ذلت سے رسوائی کا احساس بے چینی اور اضطراب کی شکل اختیار کرنے لگا باری مرحوم کا یہی کارنامہ اس کی شہرت دوام کا باعث ہوا اور وہ خاص وعام میں عزت واحترام کا مستحق قرار پایا۔ باری کسی خاص مکتبہ فکر سے منسلک نہ تھے وہ جوانی کے جوش اور حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے لئے انقلاب کا راستہ متعین کر رہا تھا۔ ''کمپنی کی حکومت'' اس جذبہ کا شاہکار کتاب تھی۔ جوں جوں باری کا مطالعہ وسیع ہوتا گیا۔ اس کے فکر ونظر میں وسعتیں بھی بیدار ہوتی چلی گئیں وہ علمی، ادبی، سیاسی دنیا

میں اشتراکی ادیب کے نام سے مشہور ہوگئے پھر باری نے سوشلزم پر ایک کتابچہ لکھا اور ساتھ ہی کیمونسٹ مینی فیسٹو کا ترجمہ بھی کردیا اس سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ''کارل مارکس'' پرمعرکۃ الآرا کتاب لکھی اس کتاب کا ہر لفظ پُر جلال اور پرشکوہ ہے چنانچہ اس کا آغاز یوں کرتے ہیں ''خدا کا کلیسا اور روح القدس کے نام پر مزدوروں کی اجرت میں اضافہ نہیں ہوسکتا''

چنانچہ مارکس نے سرمایہ داروں کے تیار کردہ ایوان معاشرت کی بنیادوں کو الگ آسا قرار دیا اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا تمہارا آشیانہ شاخ آہو پر ہے تمہاری تہذیب ریت کی دیوار پر ہے تمہارے علوم وفنون کا مقصد تجارت ہے تم انسان سے زیادہ تاجر ہو۔(۲۰)

مولانا مرتضٰی احمد خان میکش

باری علیگ میرذاتی دوستوں میں سے تھے ان کی بے وقت موت ایک عظیم سانحہ ہے آج وہ ہم میں نہیں ہیں مگر ان کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ ہے انہوں نے اردو صحافت کو ایک نئے رنگ سے روشناس کیا اور اپنی ذات سے بے نیاز ہوکر ذہنی اور فکری صلاحیتوں کو اجتماعی بہبود کے لئے وقف کردیا باری مرحوم کی تمام زندگی انقلابی ذہن کی تعمیر وتشکیل میں گذری وہ روس کے اشتراکی انقلاب کے زبردست مداح تھے اس کے ساتھ انہوں نے ''انقلاب فرانس'' لکھ کر عوام الناس کو انقلاب کی حقیقت وعظمت سے روشناس کرایا انہوں نے اپنی معرکۃ الآ را تصنیف ''کمپنی کی حکومت'' میں انگریز سامراج کے ظلم وستم کا پردہ فاش کیا۔(۲۱)

قمر انبالوی

باری علیگ بہت پیارے انسان تھے وہ دوسروں کو مسرتیں اور مسکراہٹیں عطا کرتے تھے اور ان کے لئے اپنی خوشیاں قربان کردیتے تھے وہ جاہ ومنصب سے دور رہنے کے باوجود دلوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ان کے عقیدت مندوں اور دوستوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔غمگساری ان کی عظمت ثانی اور ایثار ان کی عادت تھی ان کی زبان میں جادوئی بیان تھا اور لوگ ان کی گفتگو کی چاشنی سے بہرہ ور ہونے کے لئے گھنٹوں ان کی گرد بیٹھے رہتے۔انہیں کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔عربی میں انہیں خاص مہارت حاصل تھی۔ فارسی زبان بھی مادری زبان کی طرح بولتے تھے۔انگریزی اور اردو پر انہیں مکمل دسترس حاصل تھی۔ رنگون میں کچھ دیر رہے تو برمی زبان سے واقفیت حاصل کرلی۔اس طرح اور زبانیں بھی کا ملاً یا جزواً جانتے تھے۔ان تمام زبانوں اور ان کے ادب کے مطالعہ سے ان کے

فکرونظر میں وسعتیں پیدا ہوگئیں اور یہی وسعتیں الفاظ میں ڈھل کران کی زبان یا قلم سے ادا ہوتیں تو سننے اور پڑھنے والے مسحور ہوجاتے ان کے لئے جاہ ونسب کا حصول کچھ مشکل نہ تھا اگر وہ اپنی صلاحتیں انقلابی وسائنسی پیغام دینے میں صرف کرنے کے بجائے مصلحتوں کے تابع کردیتے اور عوام کی ترجمانی کرنے کی بجائے کچھ افراد اور گروہوں کے مخصوص مفادات کی ترجمانی کرتے تو ان کے ہاں دولت کے انبار لگ سکتے تھے وہ ذاتی مفادات کو قربان کرکے تاریخ حریت کی تشکیل میں حصہ لیتے رہے چنانچہ نہ صرف ادب وصحافت بلکہ تحقیق اور تنقید، زبان وبیان انہیں ہمیشہ یادرکھیں گے بلکہ تاریخ حریت میں ان کا نام ہمیشہ درخشندہ رہے گا۔(۲۲)

حبیب سید

باری نے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز امرتسر کے اخبار ''مساوات'' سے کیا۔ باری کی زندگی پرغور کریں تو بے شمار پہلو سامنے آتے ہیں دنیا میں ایسی شخصیات بہت کم ہیں جنہوں نے اتنی مختصر سی زندگی میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور بام عروج تک پہنچے وہ میرے جگری دوستوں میں سے تھے انہوں نے جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کا فریضہ انجام دیا اور قلم کی عصمت کو کبھی پامال نہ ہونے دیا۔(۲۳)

بلونت گارگی

باری علیگ سے میری شناسائی سعادت حسن منٹو کے توسط سے ہوئی اس سے پہلے میں انہیں کئی ادبی اور سیاسی محفلوں میں دیکھ چکا تھا۔ گفتگو کے دوران وہ بے شمار حوالے دیتے تھے مجھے ان کے اکثر لیکچر خشک محسوس ہوتے تھے۔ بحیثیت صحافی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کی صحافت میں تنوع اور جدت تھی تحریر عام طور پر سادہ اور عام فہم الفاظ کا مرقع ہوتی مفہوم کو بھرپور انداز میں قارئین پر واضح کردیتے تھے۔ انداز کبھی خطیبانہ اور کبھی سنجیدہ ہوتا ان کی بعض تحریروں میں جوش بھی پایا جاتا تھا۔ معاشی پریشانیوں کے سبب وہ کسی ایک اخبار میں ٹک کر کام نہ کرسکے۔ (۲۴)

قمرغزنوی

''میں جس کام کے لئے پیدا ہوا ہوں اسے خاموشی کے ساتھ کرتا رہوں گا صرف موت ہی میرے ہاتھ سے قلم چھین سکتی ہے۔'' مذکورہ الفاظ عظیم اشترا کی ادیب مورخ، نقاد، شاعر، مترجم اور صحافی باری علیگ کے ہیں۔ اخبارات جن میں ''احسان''، ''شہباز''، ''پنچائیت''، ''ہمارا پنجاب''، ''ادب لطیف''، ''اجیت''، ''ملاپ''،

''پرتاپ''، ''نیشنل کانگریس''، ''پاسبان'' وغیرہ شامل ہیں۔ میں بحیثیت ایڈیٹر، نیوز ایڈیٹر، سب ایڈیٹر، کالم نگار اور فیچر نگار کام کرتے رہے۔ٹھوس اور علمی گفتگو ان کا طرہ امتیاز تھا۔ وہ علمی گتھیاں سلجھانے اور دردمند دل رکھنے والے انسان تھے۔ ان کی ہر تحریر پر کشش اور منفرد انداز بیاں، دقیق پیرائے، عالمانہ اسلوب، فاضلانہ ایجاز واختصار، وسعت، تحقیق وژرف نگاہی کا مخزن ہوتی تھی۔ اپنی مختصر سی ادبی زندگی میں انہوں نے بے پناہ تخلیقی کام کیا۔ان کی زندگی کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ انہوں نے معاشی تنگدستی کے باوجود قلم کی حرمت تقدس کو پامال نہ ہونے دیا۔ ہمیشہ سچ لکھا اور سچ لکھنے کی تلقین کر کے صحافت کے مقدس پیشے کی آبیاری کی۔ برصغیر میں اشترا کی نظریات کے پرچارک کے سلسلہ میں باری علیگ نے بہت کام کیا۔ان کی اپنی خدمات کے اعتراف میں ماسکو میوزیم میں ان کا مجسمہ نصب کیا گیا ہے۔(۲۵)

ڈاکٹر، مسکین علی حجازی

باری علیگ مرحوم ایک ہمہ جہت شخصیت تھے آپ نے صحافی مورخ اور مفکر کی حیثیت سے شہرت حاصل کی لیکن آپ کو مقبولیت اپنی انسان دوستی اور اصول پرستی کے باعث حاصل ہوئی۔صحافت اور علم وادب کی دنیا میں آپ نے بہت سے لوگوں کی تربیت کی آپ سے فیض حاصل کرنے والے متعدد اصحاب نے لازوال شہرت حاصل کی۔ باری مرحوم کا شعار تھا۔''سچ بولو اور سچ بولنا سکھاؤ چونکہ سچ لکھنے اور سچ بولنے کے عادی تھے اس لئے ہمیشہ مشکلات کا شکار رہے۔ جو نوجوان ادیب اور شاعر ان کی شہرت سے متاثر ہو کر ان سے ملاقات کے لئے آتے تھے ان کو یہی تلقین کرتے تھے کہ اپنے قلم کو سچ بولنا سکھاؤ۔ دوستوں کے دوست اور اور بہت نامور اہل قلم کے استاد تھے وہ جان محفل اور میر محفل ہوتے تھے کئی زبانیں جانتے تھے،خوش گفتار تھے وہ 42 سال کی عمر میں 10 ردسمبر 1949ء کو عین اس وقت رحلت فرما گئے جب ان کی شہرت کا آفتاب نصف النہار کے قریب پہنچنے والا تھا۔(۲۶)

حبیب جالب

باری علیگ بلند پایہ ادیب صحافی اور ترقی پسندوں کے رہنما تھے۔سعادت حسن منٹو بھی ان کے شاگردوں میں سے تھے۔ترقی پسند تحریک میں ان کا بہت بڑا مقام تھا۔''کمپنی کی حکومت'' ان کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ باری نے بے شمار پمفلٹ بھی لکھے تھے۔ باری علیگ کے پیچھے چوبیس گھنٹے سی-آئی-ڈی والے لگے رہتے تھے۔اس لئے ان کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ وہ گونگوں کی زبان اختیار کرتے ہوئے اشاروں میں ہی گفتگو کرتے تھے کوئی بھی ان سے

سوال کرتا تو وہ اوپر اشارہ کر کے کہتے کہ اللہ جانتا ہے وہ ایک عظیم مفکر تھے بہت بڑے صحافی تھے۔(۲۷)

ڈاکٹر وحید قریشی

باری معاشی حالات کے بموجب کیمونزم کے حامی تھے اشتراکیت پر ان کا مطالعہ کافی وسیع تھا۔ وہ ایک سنجیدہ اور خاموش دانشور تھے۔ان کے زیادہ تر دوستوں کی تعداد علم دوست تھی۔ وہ غریب ضرور تھے مگر انہوں نے کبھی اپنی غربت کا پرچار نہیں کیا اور نہ ہی کبھی مظلومیت کا رونا رویا ہمیشہ صبر وشکر کے ساتھ نامساعد حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ باری علیگ شراب بھی پیتے تھے ان کی زیادہ تر دوستی چراغ حسن حسرت، ابوسعید قریشی، سعادت حسن منٹو اور اسرار زیدی سے ہوتی تھی۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف اور اعلیٰ پائے کے صحافی تھے۔ باری ترقی پسند تحریک کے رکن ایک آزاد خیال شاعر اور آزادی کے باشعور سیاسی کارکن کے طور پر کافی نمایاں رہے۔ انہوں نے اپنی خداداصلاحیتوں کے بل بوتے پر''مساوات''،''احسان''،''شیر رنگون''،''پنچائیت''،''ادب لطیف''اور ہمارا پنجاب'' میں کام کر کے ثابت کیا کہ وہ ایک اچھے مورخ ادیب اور شاعر ہونے کے علاوہ ایک کامیاب صحافی بھی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج اردو صحافت کی تاریخ باری علیگ کے بغیر نامکمل نظر آتی ہے۔ باری نے اپنی زندگی کا مشن اردو صحافت کو بنایا اور ایک ترقی پسند صحافی کے طور پر خاصے مقبول ہوئے۔تحریک آزادی کی جدوجہد میں بھی باری نے بحیثیت صحافی انتھک خدمات انجام دی ہیں۔(۲۸)

مرزا ادیب

بعض لوگوں میں عجیب خصوصیت ہوتی ہے وہ پہلی مرتبہ ملتے ہیں تو یوں لگا ہے جیسے ان سے برسوں کی ملاقات ہےاور ایک مدت سے دلی روابط قائم ہیں باری کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں کیا جاسکتا ہے باری علیگ مثبت سوچ کے حامل صحافی تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں جس کام کے لئے پیدا ہوا ہوں وہ خاموشی کے ساتھ کرتا رہوں گا۔صرف موت ہی میرے ہاتھ سے قلم چھین سکتی ہے۔ان کے نزدیک انسانیت ہی سب سے بڑا مذہب تھا۔ بے تکلفی کسی حد تک ان کی شخصیت کا حصہ تھی۔اخلاق سے گری ہوئی گفتگو سے پرہیز کرتے تھے۔(۲۹)

صفدر میر

باری علیگ سے میری پہلی ملاقات 1935ء میں روزنامہ''احسان'' کے دفتر میں ہوئی اس وقت میں آٹھویں کلاس کا طالب علم تھا۔ وہ بہت مردم شناس تھے راہ چلتے جب بھی ان سے ملاقات ہوتی وہ اپنے مخصوص انداز میں

انتہائی شفقت سے پیش آتے وہ انقلابی نظریات کے حامی اور یورپی مورخ وکٹر ہیوگو سے بہت متاثر تھے۔ ان کی پہلی تحریر بھی وکٹر ہیوگو کے ایک مضمون ہی کا ترجمہ تھی۔ باری علیگ انتہائی خوددار تھے۔ اگرچہ وہ ساری عمر معاشی الجھنوں کا شکار رہے مگر انہوں نے کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ ہمیشہ مختصر بات کرتے اگر کوئی بات ناگوار گذرتی تو خاموشی اختیار کر لیتے۔ ان کی سوچ مثبت اور نظریات اشتراکی تھے۔ اس کے باوجود اسلام کو ہی مسائل کا حل سمجھتے تھے۔ ''محمد عربی ﷺ'' ان کی پختہ اسلامی نظریات کی حامل کتاب ہے۔ انہوں نے درجن سے زائد کتابیں لکھیں جو علم وادب کا بیش بہا خزینہ ہیں۔ سعادت حسن منٹو، ابوسعید قریشی، خواجہ حسن عباس اور چراغ حسن حسرت سے ان کی گہری دوستی تھی۔ ان کی بے وقت موت سے جو خلاء پیدا ہوا ہے مدتوں پر نہیں ہو سکے گا۔ (۳۰)

ملک فیض اختر

باری صاحب نہایت ہی خاموش طبع مشفق اور نرم مزاج تھے۔ وہ خلوص و وفا کے پتلے اور محبتوں کے پیامبر تھے۔ ہر ایک سے خصوصاً بچوں سے بے انتہا محبت سے پیش آتے تھے۔ بچوں پر سختی کے قطعاً قائل نہ تھے۔ انہیں تاریخ سے بہت دلچسپی تھی۔ جب میری شادی ہوئی تو وہ اس وقت ''ہمارا پنجاب'' میں ایڈیٹر کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ سکول میں دو تین سال تک درس و تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ پھر صحافت کو باقاعدہ پیشہ کے طور پر اپنا لیا۔ وہ محفل آراء شخص تھے جہاں بیٹھتے محفل کو کشت زعفران بنا دیتے تھے۔ برطانوی ہائی کمشنر کے دفتر میں پریس انفارمیشن آفیسر بھی رہے۔ بے تحاشا سگریٹ پیتے تھے کئی کتابوں کے مصنف تھے اور کامریڈ کا لباس زیب تن کرتے تھے۔ (۳۱)

عبداللہ ملک

1947ء میں جب پاکستان آزاد ہوا تو باری علیگ نے اپنے دوستوں چراغ حسن حسرت، مولانا صلاح الدین، صدیق سالک کے بڑے بھائی اور الاٹ منٹ کمیٹی کے چار ممبران کے ساتھ مہاجرین کی آبادکاری کے لئے رات دن ایک کر دیا اور جو بھی مسلمان مہاجر آتا اسے فوری طور پر تالے توڑ کر رہائش اور کھانے کا انتظام کر دیتے تھے۔ باری علیگ نے قتل عام اور لوٹ مار میں قطعاً حصہ نہیں لیا۔ بلکہ وہ ہندو، مسلمان اور سکھوں کو سمجھاتے تھے کہ یہ سب انگریز کی سازش ہے۔ باری علیگ ایک نامور صحافی تھے انہوں نے خبروں کالموں مضامین اور اخباری اداریہ کے حوالہ سے جو کچھ بھی لکھا۔ ان کی تخلیقی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ باری صحافیانہ اقدار کی ضرورت پر زور دیتے

تھے۔انہوں نے حق بات کہنے اور لکھنے سے کبھی چشم پوشی نہیں کی اور کبھی بھی جھوٹی اور حقائق کے برعکس تحریر شائع نہیں کی۔ان کی صحافتی خدمات آج بھی گراں قدر سرمایہ ہیں جن سے آج کے صحافی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔(۳۲)

مسعود باری

والد بزرگوار اوائل عمری میں ہی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔مجھے یاد پڑتا ہے جب میں چھوٹا سا تھا۔تو ابا جان مجھے بہت پیار کرتے تھے۔مجھ سے زیادہ پیار آپا سعیدہ سے کرتے تھے۔ہم ان سے جو بھی ضد کرتے۔وہ ہماری معصوم ضد کو ضرور عملی جامہ پہناتے وہ ہماری ہر خواہش پوری کرتے۔اکثر رات کو لیٹ آتے تھے۔مجھے اس وقت تک نیند نہیں آتی تھی جب تک والد صاحب آ کر مجھے پیار نہیں کرتے تھے۔مجھے یاد ہے والدہ ماجدہ بھی ان کے آنے تک نہیں سوتی تھیں۔وہ آتے تو پھرا کٹھے کھانا کھاتے کئی بار ایسا ہوا کہ امی جان کو نیند آ گئی تو ابو باہر ہی سیڑھیوں پر سو جاتے۔صبح امی جان ناراض ہوتیں کہ آپ نے دروازہ کیوں نہیں کھٹکٹایا تو ابو کہتے میں تمہیں بے آرام نہیں کرنا چاہتا تھا۔انہوں نے کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی۔وہ ہمیشہ نرم لہجے میں گفتگو کرتے۔مجھے ابو کی کتاب ''کمپنی کی حکومت'' بہت پسند ہے۔کیونکہ اس میں دیانتداری سے حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ویسے بھی انکی تصانیف کے زیرِ مطالعہ رہنے سے مجھے ان کی جدائی کا احساس تک نہیں رہتا۔اب تک جتنے بھی لوگوں سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے مجھے احساس دلایا کہ باری ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ان کا کوئی دشمن نہیں تھا۔وہ شیریں لب ولہجہ کے مالک سچے کھرے انسان تھے۔(۳۳)

صالح محمد صدیق

باری بیک وقت صاحب طرز ادیب، فلسفی اور باشعور انسان تھے۔انہیں زبان و بیان پر اتنا عبور تھا۔وہ جب چاہتے جس جگہ چاہتے اور جس موضوع پر چاہتے بے تکان بولتے چلے جاتے ان کا حافظہ اور ان کی یادداشت بلا کی تھی وہ بھول کر بھی غلط بیانی نہ کرتے۔باری میدان تحریر وتصنیف میں اپنی یکہ بازی کے جھنڈے گاڑتے چلے گئے۔وہ ہر اس فرسودہ نظام کے خلاف تھے جو انسان کو اس کے پیدائشی حق سے محروم کر دے۔باری نے ہر اس نظام کے خلاف آواز اٹھائی جس میں انسان سے مساوات چھین لی جائے۔قدرت نے باری مرحوم کو ہم سے اس وقت چھین لیا جب وہ بام شہرت پر پہنچے ہی تھے اور ان کا قلم جولانیاں دکھانے لگا تھا۔(۳۴)

احمد ندیم قاسمی

میری باری علیگ سے پہلی ملاقات سعادت حسن منٹو کے توسط سے ہوئی جوان کے دست راست اور شاگرد تھے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اتنی شہرت کا حامل شخص انتہائی کم گو اور خاموش طبیعت کا مالک ہے اس پراسراریت کی چھان بین کی تو معلوم ہوا کہ باری علیگ کے سینے میں ایک طوفان اور دماغ میں ایک سمندر ہے جو پنجابی کے بے شمار الفاظ کی ڈکشنری کے مترادف ہے۔ انہیں اردو پنجابی اور انگریزی پر مکمل عبور حاصل تھا۔ باری ایک ادیب کے طور پر زیادہ معروف ومشہور ہیں وہ بیک وقت ادیب، مورخ، نقاد، پنجابی کے شاعر اور مستند صحافی بھی ہیں۔ جنہوں نے صحافیانہ اقدار میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ باری 1949ء میں جب فوت ہوئے تو اس وقت میں ملک میں نہیں تھا ورنہ میں ان کے جنازہ میں ضرور شرکت کرتا۔ وہ ایک خوش گفتار ملنسار اور خاموش طبع شخصیت کے حامل شریف النفس انسان تھے۔ (۳۵)

منو بھائی

باری علیگ مرحوم کے فرزند ارجمند مسعود باری کا ایک دلچسپ خط پڑھ کر آیا جو میں آپ کے پڑھنے کے لئے یہاں نقل کر رہا ہوں۔ اس خط کی تحریر میری ایک وعدہ خلافی ہے میں نے بیگم باری صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ باری مرحوم کی برسی پر کالم لکھوں گا۔ مگر نہ لکھ سکا اس پر مسعود باری لکھتے ہیں:

ڈیئر منو بھائی! سلام مسنون! آپ کیا شے ہیں؟ کیا آپ اپنے آپ کو بڑا اخبار نویس وادیب خیال کرتے ہیں؟ آپ کی تحریر سے خود فریبی خود پسندی کی بو آتی ہے آپ معاشرہ کے جعلی ٹھیکیدار ہیں آپ کو معلوم ہے ہم کس کے فرد ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ تشریف لائے مگر ہم نے قسم کھا رکھی ہے کہ بے شک ایک دن میں ڈبل شفٹ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئیں ہم اپنے آپ کو ٹھیک نہیں کریں گے۔ قرآن خریدیں گے مگر ریشمی کپڑے میں بند کر کے کسی اونچی جگہ رکھنے کے لئے، نماز پڑھیں گے کسی نئے شکار کے لئے۔ گریبان لکھیں گے عوام کو چکر دینے کے لئے جھوٹی عزت اور جعلی شہرت حاصل کرنے کے لئے۔ لیں سن لیں میری ماں جو ایک عظیم اشترا کی ادیب باری علیگ کی بیوی ہیں۔ سارا دن ایک ہی دھونس دیتی رہتی ہیں ہم سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے یا ٹی وی رات بارہ بجے تک چلتا رہے تو فرماتی ہیں میں تو چلی منو بھائی کے پاس کہ وہ ان ٹی وی والوں کے بارے میں کچھ لکھیں اگر رکشہ ٹیکسی میں سفر کر کے آتی ہیں۔ (یہ لکھنے کی بات نہیں) کرایہ بہت زیادہ بن جاتا ہے تو

رکشہ ٹیکسی والوں سے بھی کہتی ہیں ۔ لے لو کرایہ زیادہ، میں صبح منو بھائی کے پاس جاؤں گی یہاں تک کہ آج تک کسی ناشر نے باری صاحب کی وفات کے بعد پیسہ ٹکا وانہیں کیا۔ غرض اگر گوشت کچا رہ جاتا ہے تو کہتی ہیں میں تو چلی منو بھائی کے پاس کہ ان گوشت فروشوں کے بارے میں لکھیں ایک تو گوشت خراب اوپر سے قیمت زیادہ۔ ایک دن میں نے تنگ آ کر کہا یہ منو بھائی ہے یا امرت دھارا۔ کسی سے ذکر نہ کریں آخر ایک دن وہ اپنے شوہر کی برسی کے سلسلہ میں منو بھائی کے پاس گئیں ۔ سچ مچ کے منو بھائی کے پاس۔ لیکن گیارہ دسمبر کی صبح اخبار دیکھا تو اس دن منو بھائی سلطانہ کرن کے غم میں تھے اب ہم نے کہنا شروع کر دیا جائیں منو بھائی کے پاس جاتیں کیوں نہیں منو بھائی کے پاس۔ ہمارے دماغ میں جو منو بھائی کا خوف تھا وہ اتر گیا۔ ہم نے کہا کہ منو بھائی پیٹ کی خاطر لکھتا ہے وہ جعلی عزت کی خاطر لکھتا ہے۔ وہ پیشہ ور اخبار نویس ہے اس کو مرنے والوں سے ذرہ بھی عقیدت نہیں ذرا بھی پیار نہیں۔ وہ حکومتی ہے چڑھتے سورج کی پوجا کرتا ہے۔ اب میری ماں پریشان ہو گئیں۔ کہنے لگیں اگر میں زندہ رہی اور منو بھائی مر گیا تو اس کی برسی پر اتنا شاندار مضمون لکھوں گی کہ منو بھائی کی بیوی میرے پاس شکریہ ادا کرنے کے لئے آئے گی۔(۳۶)

اے حمید

1949ء کا ذکر ہے میں نے پہلی بار اخبار ''احسان'' کے دفتر میں باری علیگ کو دیکھا۔ ''احسان'' اخبار میں باری علیگ کے یہ آخری دن تھے۔ باری علیگ کا گول چہرہ اور پراسرار اور چمکیلی آنکھیں مجھے اچھی لگیں۔ وائی ایم سی اے ہال میں انجمن ترقی پسند مصنفین کا اجلاس ہو رہا تھا۔ اس اجلاس میں باری علیگ بھی بیٹھے تھے اور میں اپنا افسانہ ''حسن اور روٹی'' پڑھ رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے آ کر میرے کندھے پر تھپکی دی۔ بہت اچھا افسانہ لکھا ہے تم نے اے۔حمید میں نے پلٹ کر دیکھا میرے پہلو میں باری علیگ کھڑے تھے اس طرح محنت سے لکھتے رہنا۔ مجھے باری کی تھپکی اور حوصلہ افزائی بڑی اچھی لگی۔ باری پھر میرے ذہن سے محو ہو گئے۔ باری سے میری آخری ملاقات برطانوی ہائی کمیشن کے دفتر میں ہوئی۔ جہاں غالباً وہ پبلک ریلشنز آفیسر تھے۔ وہ ایک بڑے پرسکون فرنیچر سے بھرے کمرے میں بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھے ہیں اور کافی کے ہلکے ہلکے گھونٹ لے کر مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔ سیلون کی باتیں، امرتسر کی باتیں۔ ایک روز میں نے پاک ٹی ہاؤس میں بیٹھے سنا کہ باری کا انتقال ہو گیا ہے۔ ہم تمام دوستوں کو ان کی اچانک موت بہت پر دکھ ہوا۔ مجھے خاص طور پر بڑا صدمہ ہوا۔ مجھے ان کی شفقت بھری باتیں یاد آنے لگیں۔ باری صاحب کون ہیں۔ یہ مجھے ابھی تک معلوم نہیں تھا میں نے ان کی کتاب '' کمپنی کی حکومت'' پڑھی مگر مجھے پسند نہ آئی کیونکہ مجھے سیاست سے دلچسپی کبھی نہ رہی تھی۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں سردیوں میں کسی رات باری

صاحب کے بچوں کے پاس بیٹھ کر باری صاحب کی کتاب کھول کر انہیں سناؤں لیکن ان کے پاس اتنا وقت نہیں کہ گلدانوں میں گلاب کے پھول سجائیں۔(۳۷)

رؤف ملک

اشتراکیت کے پرچارک کے حوالہ سے انہوں نے کافی نام کمایا نگینہ بیکری اور عرب ہوٹل ان کے مخصوص ٹھکانے تھے وہ اکثر انہی دونوں جگہوں پر نظر آتے۔ قیام پاکستان کی تحریک میں انہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تاہم وہ ملک کی فرقہ وارانہ تقسیم کے خلاف تھے۔ تقسیم کے وقت ہونے والی قتل و غارت گری کو وہ سخت ناپسند کرتے تھے۔ وہ بحیثیت انسان ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز کے قائل نہ تھے۔ البتہ ان کے دل میں برطانوی استعمار کے خلاف نفرت کا طوفان موجزن تھا۔ ''کمپنی کی حکومت'' میں باری نے برطانوی سامراج کے خلاف اپنی نفرت کا کھل کر اظہار کیا ہے۔(۳۸)

پروفیسر ڈاکٹر شفیق جالندھری

باری اسلام اور سوشلزم میں زیادہ فرق نہیں سمجھتے تھے وہ کہا کرتے تھے اسلامی شریعت اور معاشرہ ہی بنی نوع انسان کے لئے رحمت کا باعث ہوسکتا ہے۔ باری سچ کہنے کے عادی تھے۔ اور اس راہ میں انہوں نے مصیبتیں بھی برداشت کیں ان کی محفلیں اور تحریریں ہمارے دانشوروں کے اذہان پر مستقلاً اپنا ایک اثر چھوڑ گئیں اس ملک میں جرأت و بیباکی اور حق گوئی کی روایت جب بھی دہرائی جائے گی باری علیگ مرحوم کی یاد دلوں میں تازہ ہوگی۔(۳۹)

سعدیہ علی حجازی

باری فرانس کے انقلاب سے بہت متاثر تھے۔ جہاں تک ملت اسلامیہ کا تعلق تھا وہ سمجھتے تھے کہ یہ ملت اسلام کی اصل روح، حرکت عمل تسخیر بیگانہ ہو کر تقدیر پرستی اور پیر پرستی کے چکر میں پھنس چکی ہے اور غلامی کی زندگی بسر کرنے پر رضامند ہے۔ اس ضمن میں ان کے خیالات کم و بیش وہی ہیں جو مولانا حالی نے اپنی ''مسدس'' میں پیش کئے تھے یا پھر حکیم الامت علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں پیش کئے تھے۔ باری نے اپنی تصنیف ''محمد عربی ﷺ'' میں عقلی اور سائنسی انداز میں بتایا ہے کہ ہادیٔ اسلام پوری انسانیت کے نجات دہندہ بن کر آئے۔ ''اسلامی تاریخ وتہذیب'' کتاب میں باری نے منطقی استدلال سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو تہذیب نوع انسان کے لئے حقیقتاً رحمت ثابت ہوئی وہ اسلامی تہذیب تھی جو تمام دنیا کے مظلوموں کی دست گیری اور تمام ناانصافیوں کے خاتمے، علم تحقیق اور

فن کے فروغ نیز بشری کردار کی پختگی سے عبارت ہے وہ تہذیب نہیں جسے تہی کدہ صوفیوں نے خانقاہوں تک محدود کر دیا۔ اور تنگ نظروں نے فکر اور سوچ کی نفی بنا دیا۔ وہ تمام عمر صحافت سے منسلک رہے اور سچ بولنے اور سچ لکھنے کو اپنا شعار بنایا۔(۴۰)

جگدیش چندر ودھاون

''منٹونامہ'' کی تصنیف کے لئے ان کی شخصیت کا تفصیلی جائزہ لینے کا موقع ملا جس سے یہ ظاہر ہوا کہ سعادت حسن منٹو کی ادبی شخصیت کو پروان چڑھانے میں باری علیگ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ وہ منٹو کے ادبی گرو اور انتہائی قابل احترام شخصیت تھے۔ وہ ادبی اصناف پر عبور رکھتے تھے۔ تاریخ وصحافت ان کا خاص میدان تھا۔ باری علیگ منٹو کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتے تھے۔ منٹو جو کچھ بھی تھے باری کی بدولت تھے۔ انہوں نے منٹو کو قصر ضلالت سے نکال کر راہ مستقیم پر ڈال دیا۔ اوباش اور بدشعار دوستوں سے ان کی گلوخلاصی کرائی۔ ادب وسخن سے ان کا رشتہ استوار کیا اور تصنیف وتالیف کی ڈگر پر ڈال دیا۔ منٹو ایسے گم گشتہ شخص کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کیا، ابھارا اور نکھارا۔ اگر باری کی خضر آسا رہنمائی منٹو کے شامل حال نہ ہوتی تو وہ گمنام رہ کر مرکھپ گئے ہوتے۔ منٹو بھی اس امر کا اعتراف کھلے طور پر کرتے ہیں۔ الغرض عظیم اشترا کی ادیب اور مورخ کی المناک موت کا خلاء مدتوں پر نہیں کیا جاسکے گا۔(۴۱)

اداریہ روزنامہ ''وفاق'' لاہور

باری نے جمود وفرسودگی کی ظلمت کا پردہ چاک کرنے کے لئے قلم سے شمشیر کا کام لیا۔ باری کے خیالات ونظریات مقبول ہوئے اور ان کی شہرت کا ڈنکا بجنے لگا۔ کوتاہ بینوں نے ان پر کمیونسٹ کا لیبل چسپاں کر دیا۔ مگر یہ حربہ کارگر نہ ہوا اور ہوتا بھی کیسے جبکہ مرحوم کی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ بھلا جو ''محمد عربی ﷺ'' جیسی کتاب لکھ چکا ہو اسے اسلام سے بے تعلق کہنا دن کو رات کہنے والی بات نہیں تو اور کیا ہے ان کے نزدیک نئے خیالات ونظریات انسانوں کو لوٹ کھسوٹ سے بچانے میں مدد دے سکتے تھے۔ باری علیگ مرحوم کبھی نہیں بھلائے جاسکتے۔ صحافت انہیں فراموش نہیں کرے گی۔ ادب ان کی خون جگری کی سرخی کو عنوان بنا کر رکھے گا۔ تحقیق وتنقید ان کے نام کو ہمیشہ سربلند رکھیں گی۔ زبان وبیان ان کی یاد تازہ رکھیں گے۔ باری علیگ کا نام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔(۴۲)

مستقل کالم ''پس منظر'' روزنامہ ''امروز'' لاہور

باری علیگ جب تک زندہ رہے اپنے قلم سے علم و ادب اور تاریخ کی خدمت کرتے رہے اور ایک خاموش طبع اور صابر انسان تھے۔ انہوں نے اپنے قلم کو ایک قابل قدر محبّ وطن کی طرح انقلابی ذہن کی تعمیر میں وقف رکھا۔ وہ عزیز ترین دوستوں سے بھی اپنی تکالیف کا ذکر نہیں کرتے تھے وہ ایک نرم دل اور پر خلوص دوست تھے۔ ان کی زندگی میں علم و ادب کے ساتھ ساتھ رندی درویشی اور قناعت کی عجیب و غریب آمیزش تھی۔ وہ دوستوں کی محفلوں میں بیٹھتے تو لطائف کے موتی بکھیرتے اور علمی مجلسوں میں جاتے تو تاریخی معلومات کے خزانے لٹاتے۔ زندگی کے معاشی مسائل سے ان کے دل پر اثر پڑا اور وہ عارضہ قلب میں مبتلا ہو گئے۔ یہی مرض مہلک ثابت ہوا۔ 11/دسمبر 1949ء کو انتقال کر گئے اور لائل پور میں سپرد خاک ہوئے۔ (۴۳)

اسلم ملک

باری علیگ ادبی صحافت اور اقدار سے بخوبی واقف تھے۔ زبان و بیان پر مکمل عبور تھا۔ تحریر میں محاورات کا استعمال بھی کرتے تھے۔ ادیب اور مورخ کے ساتھ ساتھ وہ ایک کامیاب مترجم بھی تھے پریس آفیسر کے طور پر ان کی تعیناتی کی بنیادی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ انگریزوں کے جذبات اور احساسات با آسانی اردو اور پنجابی میں ترجمہ کر کے یہاں کے مقامی اخبارات کو بھیجیں۔ باری کے حسن سلوک سے تمام عملہ خاصا متاثر تھا۔ اکثر خوش گپیوں کے دوران وہ ذکر کرتے کہ جب مجھے پریس آفیسر کی حیثیت سے پہلی تنخواہ ملی تو میں نے تمام نوٹ بستر پر بچھا دیئے اور سو گیا میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ان نوٹوں کے درمیان کتنی پرسکون نیند آتی ہے۔ لیکن روح کی بے چینی ویسے ہی برقرار رہی۔ بے شک نوٹ زیادہ تھے مگر سکون نہیں تھا۔ اس کے بعد سے میں یہ سمجھ گیا کہ دولت ہی سب کچھ نہیں بلکہ انسانی رویے انسان کو معاشرتی اقدار سے روشناس کراتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ بہادری کی تعریف یہ نہیں کہ دُشمن کے سامنے آکر لڑو اور گولی کھا کر مر جاؤ بلکہ بہادری اور کامیابی کی فتح حاصل کرنا ہے اور فتح حاصل کرنے کے لئے سامنے آنا ضروری نہیں اس کے لئے وہ Tact of War کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ (۴۴)

جوان مرگ باری

محفل یاراں آج ہے ویراں سب کی آنکھیں پرنم پرنم
کس کے سوگ میں بزم طرب سے، آج اٹھا ہے شور ماتم

سہمے ہوئے خاموش ہیں چہرے، چھائے ہوئے پر ہول اندھیرے
آج ہے سونی محفل ہستی آج ہے ویران دل کا عالم
کس کی راہیں تکتے تکتے آنکھیں یوں بے نور ہوئی ہیں
آج نظر سے کون ہے اوجھل کس کے جدا ہونے کا ہے غم
تیری جواں مرگی کا رونا، جانے والے! ہے یہ مصیبت
ایسی مصیبت کیسے اٹھائیں کس کو بتائیں، دل کا محرم
ہجر کی تلخی تڑپائے گی جان حزیں پر کیا بیتے گی
اے تصویر لفظ محبت! اے تفسیر بزم مجسم
تیرے تصور کے میں قربان تیرے تصور کے ہیں احساں
تیرا تکلم رونق محفل، تیرا تبسم زخم کا مرہم
روتے ہوؤں کو کون منائے، ہنستے کو کون بتائے
جینے کا مقصد سعی مسلسل، زیست کا منشاء کوشش پیہم
ہم سے باندھ کے عہد محکم تھوڑی دور ہی ساتھ چلے ہو
تنہا کٹے گی کیسے مسافت، یاد بھی ہے وہ عہد محکم
اے آہستہ چلنے والے! کیا یہ عادت چھوڑ چکے تھے
ایسی ہی کیا جلدی جانا، ٹھہر بھی جاتے اور کوئی دم
شعر وصحافت کے متوالے یہ میرے اشعار نہیں ہیں
یہ ہیں ٹوٹے دل کی آہیں جس کا سکوں ہے درہم برہم (۴۴)

قمر لدھیانوی

جس نے گہرے سکوت کو توڑا — جس نے گونگوں کو بخشی گویائی
ایک بطل عظیم تھا جس سے — پائی دانشوروں نے دانائی !
ایک شعلہ جو زیر لحد ہے آج — کتنے سینوں کو اس نے گرمایا
جتنے غدار تھے وہ ان کے لئے — برق بن کر سروں پہ لہرایا

وہ صحافی وہ ایک عظیم ادیب جس کی تحریر اب بھی زندہ ہے
زندگی جس کے لفظ لفظ میں ہے وہی تحریر اب بھی زندہ ہے
کمپنی کی جو ایک حکومت تھی مدتوں سے وہ ایک خواب ہوئی
جب اٹھے نماز یان سر بہ کفن اس کی طاقت فقط سراب ہوئی
وہ جو باری علیگ تھا یارو وائے افسوس آج ہم میں نہیں
روشنی سے یہ مل رہا ہے سراغ
وہی شعلہ بھڑک رہا ہے کہیں

(۴۵)

خیال امروہوی

یوں تو ہر اہل قلم بات نئی کہتا ہے سوچ افکار کے ہمراہ رواں رہتا ہے
اپنی دانست میں ترغیب نظر دیتا ہے ظلمت شام کو پیغام سحر کردیتا ہے
راہ میں عارضی کچھ پھول کھلا دیتا ہے جام تحریر سے دوگھونٹ پلادیتا ہے
مصلحت دیکھ کر اظہار کیا کرتا ہے اپنی اغراض کی خاطر ہی جیا کرتا ہے
کچھ حقائق ہیں جو انداز جدا رکھتے ہیں
نفس مضمون کا عنوان نیا رکھتے ہیں
راز دان ان کا صداقت کا امین ہوتا ہے عظمت فن کی انگوٹھی کا نگیں ہوتا ہے
کاخ اوہام کے مینار گرادیتا ہے قصر تعزیر کی بنیاد ہلا دیتا ہے
اس کے مضمون کا انداز نیا ہوتا ہے سننے والوں کے لئے دل کی صدا ہوتا ہے
اس کی تحریر صدا کوہ گراں رہتی ہے عمر بھر صورت خورشید جواں رہتا ہے
ہے بصیرت تو ادب گاہ خرد میں آکر
دیکھ تحقیق کی عینک سے صداقت کی نمود
دوہی چیزیں نظر آئیں گی تجھے لافانی

ایک باری کا قلم، دوسرے انساں کا وجود

(۴۶).....

آنسوؤں کا ہفتہ

شورش کاشمیری

ایک کے بعد دوسرا غم ہے ملک میں روز تازہ ماتم ہے
اٹھ گیا اک ادیب شیوہ بیاں دیدہ شعر وانشاء پر نم ہے
شیخ الاسلام کی جدائی میں زلف لیل ونہار برہم ہے
زیست کا اعتبار ناممکن موت کے زخم کی بھی مرہم ہے
سہہ وماہتاب دل گرفتہ ہیں یہ بھی ایک ہفتہ محرم ہے
پانچ مہماں موتمر ہی گئے یہ المناک حادثہ کم ہے
چن لئے تو نے دو سپہ سالار ہائے او موت تیرا ماتم ہے
مرنے والوں کی یاد میں شورش
دوستوں کا عجیب عالم ہے

(۴۷)

باری علیگ

نکہت لالہ زار ختم ہوئی طلعت نو بہار ختم ہوئی
ہستی مستعار ختم ہوئی گردش روز گار ختم ہوئی
زیست کا اعتبار کون کرے گوہر شب چراغ تھا نہ رہا
موت کو شرمِ سار کون کرے ایک روشن دماغ تھا نہ رہا
دوستو اب بھی مسکراؤ گے خندہ روزگار رخصت ہے
دوستو اب بھی گنگاؤ گے نغمۂ نو بہار رخصت ہے
ہاں ! ٹھہر چشم اشک بار ٹھہر

موت سے کس کو رستگاری ہے
حادثے روز ہوتے رہتے ہیں
آج وہ کل ہماری باری ہے

(۴۷)

ماحصل

اشترا کی ادیب اور نامور صحافی باری علیگ کے بارے میں مشاہیر اور معاصرین نے خود گفتگو کے دوران اور اخبارات وجرائد کے علاوہ اپنی تصنیفات میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باری علیگ کی شخصیت بے پناہ خوبیوں اور صلاحیتوں کا مجموعہ تھی۔ اپنی انہی صلاحیتوں کی بدولت باری نے بہت کم عرصہ میں شہرت دوام حاصل کی۔ انہوں نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ سامراجی طاقتوں کے غلبے کا دور تھا۔ استحصالی قوتیں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے تھیں انہوں نے اس صورتحال کا عمیق نگاہوں سے جائزہ لیکر سامراجیت کے مکروفریب کا پردہ چاک کیا۔ باری علیگ نہایت کشادہ دلی سے نوآموز ادیبوں کی حوصلہ افزائی کرتے اور انہیں ادب وصحافت کے اسرار ورموز سے آگاہ کرتے محبت اور خلوص سے بھر پور اس رویے کی بدولت ادبی حلقوں میں انہیں عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ باری نے بے شمار علمی وادبی کارنامے سرانجام دیئے مگر غم روزگار نے انہیں ایک جگہ جم کر علم وادب کی خدمت کرنے کا وہ موقع فراہم نہ کیا جس کی وہ خواہش رکھتے تھے۔ وہ ہر وقت اپنی دنیا میں مگن رہتے اور نت نئے جہانوں کی تلاش میں محو ہوتے وہ جدت کے قائل تھے۔ جمود انہیں ایک نظر نہ بھاتا۔ انکا انداز فکر انفرادی نہیں اجتماعی تھا۔ وہ اپنی قوم کو ذلت وگمراہی کے اتھاہ سمندر سے نکالنا چاہتے تھے۔ ہمیشہ سچ بات کہنے اور لکھنے کو اپنی زندگی کا شعار بنائے رکھا اور بغیر کسی ڈر اور خوف کے انگریزوں کے مظالم، جبر وتشدد اور فریب کاریوں کو بے نقاب کرتے رہے۔ باری بے حد خوش مزاج اور محفل کو زعفران زار بنادینے والی شخصیت تھے۔ وہ اختصار اور جامعیت کے ذریعے اپنی تحریروں میں شگفتگی اور دلکشی پیدا کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔ ان کی تحریریں غلطی اور انحطاط سے پاک، سلجھی ہوئی، مفصل اور نہایت برمحل نظر آتی ہیں۔ باری علیگ اردو زبان کی سب سے بڑی اور ہمہ گیر ترقی پسند تحریک کے روح رواں بھی رہے۔ ان کے معاصرین کے نزدیک باری علیگ نے ایک صحافی، مصنف اور دانشور کے ساتھ ایک ترقی پسند ادیب کے طور پر بھی شہرت حاصل کی۔ اپنے ترقی پسندانہ مقاصد کی تکمیل کے لئے انجمن ترقی پسند مصنفین میں شمولیت کی ایک خاص وجہ اشتراکیت کا پرچار تھا۔ کیونکہ اس

تحریک کے اکثر زعماء اشتراکیت پسند تھے۔ ان کے دوست لکھاریوں کے نزدیک باری انسانوں کو انسانوں کی لوٹ مار اور استحصال سے بچانے کے لئے اشتراکیت کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ بعد ازاں ان کے خیالات میں بتدریج تبدیلی آتی گئی اور وہ اسلامی نظام معیشت کو ہی تمام مسائل کا حل گردانتے لگے۔ باری علیگ کے دوستوں کے نزدیک وہ ایسے کہنہ مشق صحافی تھے جنہوں نے اردو صحافت کو باوقار مقام عطا کیا اس میں تنوع اور دلچسپی پیدا کی فکر و علم کی آمیزش کے ساتھ اس کی زبان کو سادگی وسلاست کا مرقع بنایا۔ باری علیگ نے قلم کی حرمت وتقدس کی پاسداری کرتے ہوئے صحافت کے مقدس پیشے کی آبیاری کی اور داعیانہ انداز اختیار کرتے ہوئے انسانیت کو تباہی وبربادی سے بچانے کے لئے اخباری اداریوں، کالموں، مضامین اور اپنی تصنیفات کے ذریعے لوگوں میں شعور پیدا کیا۔ باری علیگ کے دوستوں، جاننے والوں، عزیزوں، رشتہ داروں، دانشوروں اور شاگردوں نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ باری علیگ ان معدودے چند صحافیوں میں سے تھے۔ جنہوں نے صحافت کے لئے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں وہ کہا کرتے تھے۔

''میں جس کام کے لئے پیدا ہوا ہوں اسے تمام عمر کرتا رہوں گا صرف موت ہی میرے ہاتھ سے قلم چھین سکتی ہے۔''

باری علیگ کے بارے میں مشاہیر اور معاصرین تمام اس بات پر متفق ہیں کہ باری نے تا زیست اپنے مذکورہ قول کی پاسداری نہایت احسن طریقے سے کی۔

حوالہ جات

۱- سالک، عبدالمجید سرگزشت، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور ۱۹۹۳، ص ۳۹۸-۳۹۷

۲- باری علیگ اسلامی تاریخ وتہذیب، دیباچہ غلام رسول مہر، ستمبر ۱۹۷۰ء، ص ۱۰-۹

۳- حمید نظامی اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لاہور، ص ۱-

// ماہنامہ ادبی دنیا لاہور فروری، ۱۹۵۰ء، ص ۶۱۱

۴- عبدالسلام، خورشید ڈاکٹر، وے صورتیں الٰہی، قومی کتب خانہ، لاہور

// باری علیگ باگفتار شخصیت، مضمون طبع، روزنامہ ''مشرق'' لاہور ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۴ء

//		باری علیگ جہد مسلسل	مضمون طبع، روز نامہ ''مشرق'' لاہور۔ ۱۰/دسمبر ۱۹۷۲ء
//		باری علیگ اور میں	مضمون طبع، روز نامہ ''مشرق'' لاہور۔ ۱۴/دسمبر ۱۹۷۴ء
۵-	سید احمد سعید کرمانی	باری علیگ ایک بلند پایہ ادیب	مضمون طبع، روز نامہ ''امروز'' لاہور۔ ۲۶ جولائی
۶-	آغا اشرف	ایک دل ہزار داستان	طبع، آتش فشاں پبلی کیشنز، شبستان سینما، ایبٹ روڈ، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۴۱۴
۷-	خلیق قریشی	باری جو ہم سے بچھڑ گیا	مضمون طبع، روز نامہ ''عوام'' لائل پور۔ ۱۱/اگست ۱۹۶۰ء
۸-	گوپال متل	لاہور کا جو ذکر کیا،	طبع۔ مکتبہ تحریک نمبر ۹، انصاری مارکیٹ، دریا گنج نئی دہلی، ص ۱۱۷، ۱۰۵، ۱۰۴، ۳۵، ۳۴
۹-	بٹالوی، عاشق حسین ڈاکٹر،	دردمند انسان باری علیگ،	مضمون طبع روز نامہ ''امروز'' لاہور۔ ۱۳/دسمبر ۱۹۷۵ء
۱۰-	عاطر ہاشمی	باری علیگ، عظیم ادیب	مضمون طبع، روز نامہ ''عوام'' لائل پور، ۱۵/دسمبر ۱۹۶۴ء
//		عظیم انسان	مضمون طبع، روز نامہ ''امروز'' لاہور، ۱۳/دسمبر ۱۹۷۵ء
//			مضمون طبع، روز نامہ ''مغربی پاکستان'' لاہور، ۱۳/دسمبر ۱۹۷۵ء
//			مضمون طبع، روز نامہ ''وفاق'' لاہور، ۱۲/دسمبر ۱۹۷۷ء
//			مضمون طبع، روز نامہ ''عوام'' لائل پور، ۱۵/دسمبر ۱۹۷۷ء
۱۱-	منٹو سعادت حسن	گنجے فرشتے	طبع، مکتبہ شعر و ادب لاہور، ص ۹۶، ۹۵، ۱۱۶

۱۲-	ممتاز مفتی	الکھ نگری	طبع، گورا پبلشرز، ۲۵ لوئر مال روڈ، لاہور ۱۹۹۷ء، ص ۳۱۵،۳۱۴
	//	ادب لطیف	ماہنامہ لاہور، ج ۵۲، شمارہ ۱۲، ۱۱، ص ۱۴۶
۱۳-	وحید عثمانی	روح عصر کا مورخ	مضمون طبع روزنامہ ''امروز'' لاہور۔ ۱۰/دسمبر ۱۹۷۶ء
۱۴-	قریشی، ابوسعید	رحم دل دہشت پسند	مضمون طبع ''منٹو'' مکتبہ مری لائبریری، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۸ء
۱۵-	مظفر احسانی	باری کی خدمات کا صلہ	مضمون طبع روزنامہ ''وفاق'' لائل پور، ۱۱/اگست ۱۹۶۰ء
۱۶-	آزاد، ریاست علی	باری کے بچوں کی سرپرستی	مضمون طبع روزنامہ ''وفاق'' لائل پور، ۱۱/اگست ۱۹۶۰ء
۱۷-	ناسخ سیفی	باری کے بچوں کی معاونت وسرپرستی،	مضمون طبع روزنامہ ''سیادت'' لائل پور، ۱۱/اگست ۱۹۶۰ء
۱۸-	سلیم واحد سلیم ڈاکٹر	باری ایک مفکر ایک دانشور	مضمون طبع روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ۱۰/دسمبر ۱۹۶۷ء
	//		مضمون طبع روزنامہ ''امروز'' لاہور، ۱۰/دسمبر ۱۹۶۲ء
	//		مضمون طبع روزنامہ ''مشرق'' لاہور، ۱۳/دسمبر ۱۹۷۷ء
۱۹-	ملک نصر اللہ خان عزیز	باری علیگ ایک مرد آزاد	مضمون طبع روزنامہ ''امروز'' لاہور، ۱۱/دسمبر ۱۹۶۸ء
۲۰-	عبداللہ بٹ	ایک فراموش شدہ عظمت	مضمون طبع روزنامہ ''کوہستان'' لاہور، ۱۳/دسمبر ۱۹۶۴ء

	//	باری علیگ مرحوم	مضمون طبع روز نامہ ''مغربی پاکستان'' لاہور، ۱۱/دسمبر ۱۹۷۵ء
۲۱-	مرتضیٰ احمد خاں میکش	باری کی موت ایک عظیم سانحہ	مضمون طبع روز نامہ ''مغربی پاکستان'' لاہور، ۱۲/دسمبر ۱۹۶۹ء
۲۲-	قمر انبالوی	باری علیگ اور اردو صحافت	مضمون طبع روز نامہ ''پنجاب نیوز'' لائل پور، ۹/مارچ ۱۹۷۵ء
۲۳-	حبیب سید	باری علیگ باصلاحیت صحافی	مضمون طبع روز نامہ ''غازی'' لاہور، ۱۵/دسمبر ۱۹۵۰ء
۲۴-	بلونت گارگی	باری علیگ ادبی و صحافتی شخصیت	مضمون طبع روز نامہ ''ہندسماچار'' جالندھر، ۱۱/دسمبر ۱۹۸۳ء
۲۵-	قمر غزنوی	باری علیگ ایک انقلابی شخصیت	مضمون ''تکمیل پاکستان'' خان پور، ۱۱/دسمبر ۱۹۹۸ء
۲۶-	حجازی مسکین علی، ڈاکٹر	سچ بولنے اور لکھنے والی شخصیت	مضمون طبع روز نامہ ''مشرق'' لاہور، ۹/دس، بر ۱۹۷۵ء
	//	باری علیگ ایک مورخ، دانشور اور صحافی،	مضمون طبع روز نامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ۱۱/دسمبر ۱۹۷۵ء
	//	باری علیگ ایک مورخ، دانشور اور صحافی،	مضمون طبع روز نامہ ''سیاست'' لاہور، ۱۴/دسمبر ۱۹۷۷ء
	//	باری علیگ ایک مورخ، دانشور اور صحافی،	مضمون طبع روز نامہ ''امروز'' لاہور، ۱۱/دسمبر ۱۹۸۰ء
	//	باری علیگ ایک مورخ، دانشور اور صحافی،	مضمون طبع روز نامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ۱۱/دسمبر ۱۹۸۰ء

	// خیابان صحافت	سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور۱۹۹۳، ص۹۸، ۹۷، ۲۷۶
۲۷-	حبیب جالب، جالب بیتی	مرتبہ طاہر اصغر، جنگ پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۳، ص۲۷۵، ۲۷۶
۲۸-	وحید قریشی، ڈاکٹر ملاقات انٹرویو برائے باری علیگ،	رہائش سمن آباد، لاہور، ۱۴، اگست ۱۹۹۵ء، (شام ۶ بجے)
۲۹-	مرزا ادیب پختہ عزم باصلاحیت باری علیگ،	مضمون طبع روزنامہ ''وفاق'' لاہور، ۱۳/دسمبر ۱۹۷۴ء
	//	مضمون طبع روزنامہ ''وفاق'' لاہور، ۱۲/دسمبر ۱۹۷۴ء
	//	مضمون طبع روزنامہ ''امروز'' لاہور، ۱۱/دسمبر ۱۹۷۵ء
	// ملاقات انٹرویو برائے باری علیگ،	رہائش گاہ، کرشن نگر، لاہور، ۱۵/اگست ۱۹۹۵ء، (صبح ۱۰ بجے)
۳۰-	صفدر میر	رہائش گاہ، مال روڈ، لنک روڈ، لاہور، ۶/اگست، ۱۹۹۵ء، (صبح ۷ بجے)
۳۱-	فیض اختر، ملک //	رہائش گاہ، دھوبی گھاٹ، فیصل آباد، ۱۰/اگست ۱۹۹۵ء (شام ۷ بجے)
۳۲-	عبداللہ ملک //	رہائش گاہ، ماڈل ٹاؤن اے، لاہور، ۱۵/اگست ۱۹۹۵ء، (صبح ۱۰ بجے)
۳۳-	مسعود باری //	رہائش گاہ، پرانی انارکلی، لاہور، ۱۶/اگست ۱۹۹۵ء، (صبح ۱۰ بجے)

۳۴- محمد دین، صالح	ایک عظیم ادیب، مورخ، مفکر اور صحافی،	مضمون طبع روز نامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ۱۰/دسمبر ۱۹۷۲ء
//		مضمون طبع روز نامہ ''عوام'' لاہور، ۱۱/دسمبر ۱۹۷۵ء
//		مضمون طبع روز نامہ ''امروز'' لاہور، ۱۱/دسمبر ۱۹۷۴ء
//		مضمون طبع ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور، ۱۵/دسمبر ۱۹۷۵ء، ص ۲۸، ۱۰
	ملاقات انٹرویو برائے باری علیگ،	رہائش گاہ، مسلم ٹاؤن، لاہور، ۲۰/اگست ۱۹۹۵ء (صبح ۱۰ بجے)
۳۵- قاسمی، احمد ندیم	ملاقات انٹرویو برائے باری علیگ،	رہائش گاہ، ماڈل ٹاؤن، لاہور، ۲۵/اگست ۱۹۹۵ء (صبح ۸ بجے)
۳۶- منو بھائی	گریباں، مستقل کالم، برسی جو گذر گئی،	مضمون طبع روز نامہ ''امروز'' لاہور، ۱۱/دسمبر ۱۹۷۴ء
//	ملاقات انٹرویو برائے باری علیگ،	دفاتر روز نامہ ''جنگ'' لاہور، ۲۷/اگست ۱۹۹۵ء (دن ۲ بجے)
۳۷- اے-حمید	خوشبو جو پھول سے جدا ہوتی ہے	طبع روز نامہ ''مساوات'' لاہور، ۱۴/جنوری ۱۹۷۴ء
//	یادوں کے گلاب	مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۳۱۶، ۳۱۱
//	ملاقات انٹرویو برائے باری علیگ	رہائش گاہ، سمن آبادی، لاہور ۲۸/اگست ۱۹۹۵ء، (صبح ۹ بجے)

۳۸- رؤف ملک ملاقات انٹرویو برائے باری علیگ (معروف صحافی، ادیب عبداللہ ملک کے بھائی اور پیپلز پبلشنگ ہاؤس کے مالک عبدالرؤف ملک، وین گارڈ بکس، مال روڈ، لاہور)

// یکم جنوری، ۱۹۹۸ء (دن ۱۲ بجے)

۳۹- شفیق جالندھری، ڈاکٹر پروفیسر، باری علیگ ایک حریت پسند مصنف مزاج قلمکار، طبع روزنامہ ''جنگ'' لاہور، ۱۱ر دسمبر ۱۹۸۳ء

// ملاقات انٹرویو برائے باری علیگ، پروفیسر شعبہ ابلاغیات، (موجودہ چیئرمین) پنجاب یونیورسٹی، نیو کیمپس، لاہور، (دن ۱۱ بجے)

۴۰- حجازی، سعیدیہ مسکین علی، باری علیگ ایک مصلحت سوز اہل قلم، طبع روزنامہ ''جنگ'' لاہور، ۹ر دسمبر ۱۹۹۴ء

// باری علیگ بحیثیت صحافی، مقالہ برائے ایم-اے ابلاغیات ۱۹۹۶ء پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۴۱- ودھان جگدیش چندر، باری علیگ کے بارے میں بذریعہ خط تاثرات، ''کرشن چندر'' منٹو اور ''فن و شخصیت'' کے مصنف بھارتی قلمکار جگدیش چندر ودھاون ۔ ۳ر جون ۱۹۹۵ء

۴۲- وفاق روزنامہ، لائل پور اداریہ بعنوان، باری علیگ مرحوم، ۱۰ر دسمبر ۱۹۷۲ء

۴۳- امروز روزنامہ، لاہور مستقل کالم، پس منظر، ادارتی صفحہ، طبع ۱۵ر دسمبر ۱۹۷۲ء

۴۴- (i) اسلم ملک ملاقات انٹرویو برائے باری علیگ رہائش گاہ، راولپنڈی کینٹ، راولپنڈی، ۲ر جولائی ۱۹۹۵ء

(ii) اسلم ملک ادبی دنیا، ماہنامہ لاہور، نظم اسلم ملک بعنوان جواں مرگ باری، فروری ۱۹۵۰ء

۴۵-	’’پنجاب نیوز‘‘	روزنامہ، لائل پور	قمر لدھیانوی، وہ صحافی وہ ایک عظیم ادیب (باری علیگ کی یاد میں ہدیہ عقیدت) ۹/ مارچ،۱۹۷۶ء، جلد ۷ شمارہ،۵۵
۴۶-	امروز	روزنامہ، لاہور	خیال امروہوی، نظم، باری علیگ کی یادیں ۱۳/ دسمبر،۱۹۷۵ء
۴۷-	چٹان	ہفت روزہ، لاہور	شورش کاشمیری، باری علیگ کی برسی کے موقع پر، بعنوان آنسوؤں کا ہفتہ، مرحوم کو شورش کاشمیری کا منظوم خراج عقیدت، ۱۱/ دسمبر ۱۹۶۰ء نظم طبع بعنوان، باری علیگ، ۱۲/ دسمبر،۱۹۷۹ء